نذیر کے قلم سے

تحریکِ نفاذِ فقہ جعفریہ

نفاذِ اسلام کی جدوجہد میں معاون

یا

اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ

ہفت روزہ زندگی کے ایک گزشتہ شمارہ (۱۵ تا ۲۱ دسمبر) میں "ایران اور انقلاب ایران" پر بحث و تمحیص کے حوالے سے کالا گجراں سے جناب جعفر علی میر کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے انقلاب ایران اور اس کے اثرات کے بارے میں اپنے تأثرات قلمبند کیے ہیں۔

راقم الحروف کو ۸۰ء میں پاکستانی علمائے کرام، وکلاء اور دانشوروں کے ایک وفد کے ساتھ ایران جانے اور وہاں گیارہ روزہ قیام کے دوران، انقلابی راہنماؤں سے ملنے اور انقلاب کے اثرات و نتائج کا مشاہدہ کرنے کا موقع مل چکا ہے اور اس مشاہدہ کے بارے میں میرے تأثرات قومی پریس کے ذریعے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ اسی لیے جناب جعفر علی میر کے مضمون کے اس عنوان نے مجھے چونکا دیا کہ "ایران کے سُنّیوں پر شیعہ قوانین نافذ نہیں ہیں" کیونکہ یہ بات واقعات سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتی پھر مضمون کے اس حصہ نے حیرت و استعجاب کو دوچند کر دیا کہ

"نفاذ فقہ جعفریہ کا مطالبہ فقط اہل تشیع کے لیے کیا جاتا ہے اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا موقف یہ ہے کہ ہر مسلک کے پیروکار کو اس کی اپنی فقہ کے مطابق عمل کرنے کی آزادی ہو جیسا کہ ایران میں ہے وہاں اہل سُنّت کو مکمل آزادی ہے ان کے مدارس دینیہ و مساجد موجود ہیں پارلیمنٹ میں نمائندگی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایران کے کسی قانون کا اطلاق ان پر نہیں ہوتا۔"

یُوں محسوس ہوتا ہے کہ جناب جعفر علی میر صاحب ابھی تک خود ایران نہیں گئے ہیں اور اگر انہیں وہاں جانے کا موقع ملا ہے تو انہوں نے تصویر کا ایک ہی رُخ دیکھنے پر اکتفا کیا ہے اور دوسرے رُخ پر نظر ڈالنے کی زحمت ہی گوارا نہیں فرمائی ورنہ ان کے تأثرات اس درجہ خلافِ واقعہ اور یک طرفہ نہ ہوتے۔

جہاں تک انقلاب ایران کے سماجی و سیاسی اثرات اور علاقائی و عالمی سیاست میں انقلابی حکومت کے رول کا تعلق ہے اس پر زیر نظر مضمون میں کچھ عرض کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی عالم

اسلام کے ساتھ ایران کی انقلابی حکومت کے تعلقات اور رویّے کو زیر بحث لانا مقصود ہے مگر جعفر علی میر صاحب کے مضمون کے عنوان اور مندرجہ بالا اقتباس کے حوالہ سے اور ایران میں اپنے گیارہ روزہ قیام کے مشاہدات کی روشنی میں مندرجہ ذیل دو پہلوؤں پر چند ضروری گذارشات پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ اصل صورتحال قارئین کے سامنے آسکے۔

- ایران میں مقیم اہل سنّت کے ساتھ انقلابی حکومت کا رویّہ کیا ہے اور
- پڑوسی ممالک بالخصوص پاکستان میں شیعہ سنّی اختلافات کے پس منظر میں شیعہ تحریکات کی سرپرست کی حیثیت سے ایران کی انقلابی حکومت کیا کردار ادا کر رہی ہے

جہاں تک ایران میں مقیم اہل سُنّت کا تعلق ہے اس بارے میں سب سے پہلے ان حقائق کا ادراک ضروری ہے کہ ایران کی مجموعی آبادی میں اہل سُنّت کا تناسب پچیس فی صد سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ دو صوبوں بلوچستان اور کردستان بلکہ ایرانی ترکمانستان میں بھی اہل سنّت کی واضح اکثریت ہے اور قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ ایران کے چاروں طرف سرحدی علاقوں میں سنّی اکثریت میں ہیں جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ صفویوں کے اقتدار سے قبل پورا ایران سنّی اکثریت کا ملک تھا لیکن صفویوں نے طاقت کے زور سے لوگوں کو زبردستی شیعہ بنانے کا سلسلہ شروع کر دیا اور راسخ العقیدہ سُنّی مسلمان ان کے ظلم وجبر کی تاب نہ لاتے ہوئے وسطی ایران سے سرحدی علاقوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے اور اس طرح ایران کو بالجبر شیعہ ریاست بنا دیا گیا۔

مزید تفصیلات میں جائے بغیر میں ان مسائل کی نشاندہی کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کا اس وقت ایران اہل سُنّت کو سامنا ہے اور جن مسائل کے حل کے لیے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر کسی تحریک اور منظم حمایت کا وجود نہیں ہے جس سے اس طبقہ کی مظلومیت دوچند ہو جاتی ہے۔

- تین صوبوں میں اہل سنّت کی واضح اکثریت ہونے کے باوجود صوبائی حکومتوں کا وجود نہ ہونے کی وجہ سے اقتدار میں ان کی کسی درجہ میں بھی شرکت نہیں ہے بلکہ ملازمتوں میں بھی ان کا تناسب بہت کم ہے۔ گورنر اور اعلیٰ افسران مرکز کی طرف سے آتے ہیں جو غیر سنّی ہونے کے علاوہ غیر لوکل بھی ہوتے ہیں اور عام ملازمتوں کے دروازے بھی لوکل سنّی آبادی پر بند ہیں جس سے غیریت اور محرومیت کا احساس دن بدن بڑھ رہا ہے۔
- ملکی آبادی میں کم از کم پچیس فی صد ہونے کے باوجود قومی اسمبلی میں اہل سُنّت کی نمائندگی کا تناسب یہ ہے کہ ۸۷ء میں جب ہم ایران گئے تھے، دو سو ستر کے ایوان میں سنّی ارکان کی تعداد صرف چودہ تھی۔
- تہران میں لاکھوں کی تعداد میں سُنّی آباد ہیں لیکن انہیں اپنے لیے الگ مسجد بنانے کی اجازت نہیں ہے اور شیعہ سنّی اتحاد کا جو پراپیگنڈہ زور و شور سے کیا جاتا ہے اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ سنّی آبادی اپنا الگ تشخص قائم کرنے کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اس سلسلے میں ہم نے اپنے میزبانوں سے بات کی تو معلوم ہوا کہ تہران

میں ایک پلاٹ اہل سنت کی مسجد کے لیے مخصوص کیا گیا تھا لیکن جس سنی راہنما کو یہ پلاٹ دیا گیا اسے اس جرم میں جیل میں ڈال دیا گیا کہ اس نے مسجد کی تعمیر کے لیے سعودی حکومت سے رابطہ قائم کر لیا تھا ہمارے شدید اصرار اور کوشش کے باوجود جامعہ کے میزبان وہ پلاٹ ہمیں دکھانے پر تیار نہ ہوئے جو خود ان کے بقول اہل سنت کی مسجد کے لیے مخصوص کیا گیا تھا اور ابھی تک وہاں مسجد کی تعمیر کے کوئی امکانات واضح نہیں ہوئے تھے۔

- ایرانی دستور میں ہر طبقہ کو اپنے حقوق و مسائل کے لیے تنظیم سازی کا حق دیا گیا ہے لیکن یہ حق عملاً اہل سنت کو حاصل نہیں ہے۔ کردستان کے ایک عالم احمد مفتی زادہ صرف اس جرم میں گرفتار ہوئے کہ انہوں نے اہل سنت کے حقوق کے لیے ایک تنظیم قائم کرنے کی جسارت کر لی تھی جو انقلابی حکومت کے ہاں ناقابلِ معافی قرار پائی۔ ان کے علاوہ سراوان کے صوفی دوست محمد، سرخس کے مولانا محی الدین اور ایرانی شہر سے قومی اسمبلی کے سابق رکن مولانا نظر محمد بھی اہل سنت کے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کی پاداش میں جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے ہیں۔

- ایران کے صرف قم شہر کے مدارس میں پاکستان کے ایک ہزار سے زائد شیعہ طلبہ دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں لیکن ایران کے سنی طلبہ کو پاکستان کے دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کا حق نہیں ہے طلبہ کو پاسپورٹ نہیں دیا جاتا، درخواست دینے والے طلبہ سی۔ آئی۔ ڈی کی مستقل نگرانی کی زد میں آجاتے ہیں اور جو نوجوان کسی طرح پاکستان پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں واپسی پر جیل کی سلاخیں ان کی منتظر ہوتی ہیں۔

- ایران کی یونیورسٹیوں میں داخلہ کے سلسلہ میں سنی طلبہ سے ترجیحی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ مذہبی رجحانات کے حامل طلبہ کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ صرف ان طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے جو مذہبی لحاظ سے قدرے آزاد ہوں اور ان کی برین واشنگ آسانی سے کی جا سکے۔

- ایران کا سرکاری مذہب اثنا عشری ہے۔ ملک کا پبلک لاء اسی فقہ کے مطابق ہے اور اس کا اطلاق سنیوں پر بھی اسی طرح ہوتا ہے جس طرح باقی آبادی پر ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایرانی دستور کے 'اصول کلی' میں "اصل دوازدہم" (بارہواں اصل) یوں درج ہے:۔

"دین رسمی ایران اسلام و مذہب جعفری اثنا عشری است و این اصل الی الابد غیر قابل تغییر است و مذاہب دیگر اسلامی اعم از حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی و زیدی دارای احترام کامل میباشند و پیروان این مذاہب در انجام مراسم مذہبی طبق فقہ خودشان آزادند و در تعلیم و تربیت دینی و احوال شخصیہ (ازدواج، طلاق، ارث و وصیت) و دعاوی مربوط بہ آن در دادگاہہا رسمیت دارند و در ہر منطقہ کہ پیروان ہر یک از این مذاہب اکثریت داشتہ باشند مقررات محلی در حدود اختیارات شوراہا بر طبق آن مذہب خواہد بود با حفظ حقوق پیروان سایر مذاہب"

ترجمہ: ایران کا سرکاری دین اسلام اور سرکاری مذہب جعفری اثنا عشری ہے اور یہ اصل ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ناقابل تبدیل ہے۔ دیگر اسلامی مذاہب

مثلاً حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور زیدی پوری طرح قابلِ احترام ہوں گے اور ان مذاہب کے پیروکار اپنی مذہبی رسوم کو اپنے فقہ کے مطابق بجالانے میں آزاد ہوں گے اور دینی تعلیم و تربیت اور شخصی قوانین (نکاح، طلاق، وراثت اور وصیت یعنی پرسنل لاء) اور ان سے متعلقہ دعاوی کی سماعت کا عدالتوں میں قانونی حق رکھیں گے اور جن علاقوں میں ان میں سے کسی ایک مذہب کے پیروکاروں کی اکثریت ہوگی وہاں لوکل قوانین مجالس مشاورت کے دائرۂ اختیار میں رہتے ہوئے اپنے مذہب کے موافق بنا سکیں گے بشرطیکہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے حقوق محفوظ ہوں

ایرانی دستور کی اصل یکصد و پانزدہم (دفعہ ۱۱۵) میں صدر مملکت کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ ایرانی النسل اور دیگر شرائط کا حامل ہونے کے ساتھ ایران کے سرکاری مذہب (جعفری اثنا عشری) کا پیروکار ہو اور اصل یکصد و بیست و یکم (دفعہ ۱۲۱) میں صدرِ ایران کے حلف میں اسے اس حلف کا پابند کیا گیا ہے کہ

"پاسدار مذہب رسمی و نظام جمہوری اسلامی و قانون اساسی کشور باشم"

میں ریاست کے سرکاری مذہب (جعفری اثنا عشری) جمہوری اسلامی نظام اور دستور کی پاسداری کروں گا۔

- دستور کی دفعہ ۷۲ میں مجلس شوریٰ ملی (قومی اسمبلی) کو پابند کیا گیا ہے کہ

"مجلس شورای ملی نمی تواند قوانینی وضع کند کہ با اصول و احکام مذہب رسمی کشور یا قانون اساسی مغایرت داشتہ باشد"

قومی اسمبلی ملک کے دستور اور سرکاری مذہب (جعفری اثنا عشری) کے منافی کوئی قانون نہیں بنا سکتی۔

ان واضح دستوری دفعات کی روشنی میں یہ بات طے ہے کہ ایران کا سرکاری مذہب شیعہ ہے۔ صدر ایران شیعہ مذہب کی پاسداری کا پابند ہے۔ قومی اسمبلی شیعہ مذہب کے خلاف کوئی قانون نہیں بنا سکتی اور ملک کا عمومی قانون (پبلک لاء) جعفری اثنا عشری مذہب کے مطابق ہے جس کا اطلاق شیعہ سنی سب پر ہوتا ہے، اس لیے جناب جعفر علی میر کے اس ارشاد کو مبنی بر حقیقت کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ایران میں سنیوں پر شیعہ قوانین کا اطلاق نہیں ہوتا۔

جناب جعفر علی میر کے مضمون کے جواب میں دوسری گزارش یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ حالات و واقعات کے تسلسل نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ایرانی انقلاب کے اثرات پڑوسی ممالک بالخصوص پاکستان میں نفاذِ اسلام کی تحریکات کے حق میں مثبت نہیں رہے اور ایرانی انقلاب سے پڑوسی ممالک کی نفاذِ اسلام کی تحریکات کو وقتی طور پر جو توقعات وابستہ ہو گئی تھیں نتائج ان کے برعکس سامنے آئے ہیں۔

راقم الحروف خود ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے ایران کی انقلابی قیادت سے واضح مذہبی اختلاف کے باوجود انقلاب ایران کا خیر مقدم کیا تھا اور اس کے حق میں خیرسگالی کے جذبات کا اظہار کیا تھا صرف اس خیال اور جذبے سے کہ عقائد کے اختلاف کے باوجود چلو ایران کا انقلاب ایک کامیاب مذہبی انقلاب ہے جو آج کے دور میں کمیونسٹ، سیکولر اور مغربی جمہوریت کے پرستار سیاسی حلقوں پر ایک ضرب کاری ہے اور

مذہبی اختلاف کے باوجود نفاذِ اسلام کی جدوجہد میں ایران کی انقلابی قیادت کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

ہمیں یہ توقع تھی کہ انقلابِ ایران کے بعد پاکستان کے شیعہ حلقے پہلے سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ نفاذِ شریعتِ اسلامیہ کی جدوجہد میں ہمارے معاون ہوں گے اور ان کا مذہبی جوش و خروش ہمارے لیے تقویت کا باعث ہوگا لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہوا اور انقلابِ ایران کے حوالے سے پاکستان میں جو نئی شیعہ تحریکات ابھریں انہوں نے اہلِ تشیع کے لیے الگ اور متوازی پبلک لاء کا مطالبہ کر کے نفاذِ اسلام کی جدوجہد کو نظریاتی محاذ پر سبوتاژ کر کے رکھ دیا۔

انقلابِ ایران سے قبل پاکستان کے شیعہ حلقے نفاذِ اسلام کی جدوجہد میں کسی اصولی اختلاف کے بغیر ہمارے ساتھ تھے اور انہیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں تھا کہ ملک کا پبلک لاء ایک ہو۔ چنانچہ ۳۱ علماء کرام کے بائیس (۲۲) دستوری نکات میں مندرجہ ذیل اصول (نکتہ ۹) پر مولانا مفتی جعفر حسین اور مولانا مفتی کفایت حسین کے دستخط موجود ہیں کہ

"مسلّمہ اسلامی فرقوں کو حدود قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ انہیں اپنے پیروؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہوگا۔ وہ اپنے خیالات کی آزادی کے ساتھ اشاعت کر سکیں گے۔ ان کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مذہب کے مطابق ہوں گے اور ایسا کرنا مناسب ہوگا کہ ان کے قاضی یہ فیصلے کریں۔"

اس طرح سنی اور شیعہ دونوں حلقے اس امر پر متفق تھے کہ پبلک لاء ایک ہوگا اور شخصی قوانین (پرسنل لاء) میں مسلّمہ اسلامی فرقوں کو اپنے اپنے مذہبی قوانین پر عمل کا حق حاصل ہوگا لیکن ایرانی انقلاب کے بعد "تحریک نفاذ فقہ جعفریہ" کی بنیاد رکھی گئی اور مطالبہ یہ ہوا کہ پرسنل لاء میں نہیں بلکہ پورے قانونی نظام میں فقہ جعفریہ کو متوازی قانون کے طور پر نافذ کیا جائے۔ اس مطالبہ کے لیے "تحریک نفاذ فقہ جعفریہ" کے دو گروپ کام کر رہے ہیں اور دونوں خود کو انقلاب ایران کا نمائندہ قرار دیتے ہیں۔ دونوں گروپوں نے اس بنیاد پر سینیٹ میں زیر بحث "شریعت بل" کی مخالفت کی اور "تحریک نفاذ فقہ جعفریہ" کے میدانِ عمل میں آنے کا منطقی اور نظریاتی نتیجہ یہ سامنے آیا کہ شریعت اسلامیہ کی بالادستی اور نفاذ کا مطالبہ فرقہ وارانہ مطالبہ قرار دے دیا گیا۔

انقلابِ ایران کے بعد اس کے حوالے سے پاکستان میں ابھرنے والی شیعہ جدوجہد کا یہ کردار تاریخ میں اپنے منفی نتائج کے لحاظ سے ہمیشہ ناقابلِ فراموش رہے گا کہ سیکولر حلقوں کو نفاذِ اسلام کی جدوجہد کے خلاف ایک ایسا ہتھیار دے دیا گیا ہے جسے استعمال کرنے میں لادینی عناصر اس سے قبل کبھی کامیاب نہیں ہو سکے تھے لیکن اب وہ اسے پوری مہارت اور کامیابی کے ساتھ استعمال میں لا رہے ہیں۔

اسلامی نظام کے نفاذ کی مخالفت میں سیکولر اور مفاد پرست عناصر پہلے بھی فقہی اختلافات اور فرقہ وارانہ کشمکش کا حوالہ دیا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ کس فرقے کا اسلام نافذ کیا جائے لیکن علماء کے ۲۲ دستوری نکات ان کے اس پروپیگنڈہ کا مسکت جواب تھے اور دستوری مسائل پر تمام مکاتبِ فکر کے متفقہ موقف کے سامنے سیکولر حلقوں کی یہ منطق بے اثر ثابت ہو جایا کرتی تھی لیکن اب ایسا نہیں ہے اور جب ملک میں شریعتِ اسلامیہ کی بالادستی اور اسلامی قوانین کے

نفاذ کے مطالبہ کے ساتھ ہی فقہ جعفریہ کے متوازی نفاذ کا مطالبہ کھڑا ہو جاتا ہے تو سیکولر عناصر کے ہاتھ میں ایک مضبوط ہتھیار آ جاتا ہے کہ یہ فرقہ وارانہ مسئلہ ہے اور اس سے مذہبی مناقشت بڑھے گی۔ اس لیے نفاذِ اسلام کی طرف عملی قدم بڑھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

یہ مسئلہ راقم الحروف نے ۸۰ء میں اپنے دورۂ ایران کے موقع پر معروف انقلابی راہنما جناب آیت اللہ جنتی کے سامنے پاکستانی وفد کی موجودگی میں پیش کیا تھا اور انہیں اس مشکل سے آگاہ کیا تھا کہ فقہ جعفریہ کے پبلک لاء کے طور پر متوازی نفاذ کے مطالبہ نے سیکولر حلقوں کے مقابلہ میں نظریاتی محاذ پر ہمیں کمزور کر دیا ہے۔ وفد کے ارکان گواہ ہیں کہ جناب آیت اللہ جنتی نے ہمارے موقف کو درست قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ پبلک لاء ایک ہی ہو سکتا ہے جو اکثریتی آبادی کی فقہ کے مطابق ہونا چاہیے البتہ پرسنل لاء میں آپ اہلِ تشیع کو آزادی دیں۔ ہم نے عرض کیا کہ پرسنل لاء میں اہلِ تشیع کے جداگانہ حق سے ہم نے کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی انکار نہیں کیا۔

آج بھی صورتِ حال یہ ہے کہ ہم پرسنل لاء میں اہلِ تشیع کا یہ حق تسلیم کرتے ہیں کہ انہیں اپنے مذہبی قوانین پر عمل کرنے کی آزادی ہونی چاہیے لیکن پبلک لاء ایک ہی ہو سکتا ہے۔ یہ دنیا بھر کا مسلّمہ اصول ہے اور خود ایرانی دستور میں بھی اس اصول کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لیے اہلِ تشیع کو اپنی اس جدوجہد اور موقف پر بہرحال نظرِ ثانی کرنی چاہیے کیونکہ اس کا فائدہ ملک کی لادین اور سیکولر قوتوں کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

آخر میں جناب جعفر علی میر اور ان کے رفقاء سے عرض کروں گا کہ اہلسنت کے موقف میں کوئی ابہام، تضاد یا ناانصافی نہیں ہے۔ وہ اپنے لیے دینی حقوق مانگتے ہیں جو ایران میں شیعہ اکثریت کو دستوری طور پر حاصل ہیں اور ان کا یہ مطالبہ بالکل حقیقت پسندانہ اور مبنی بر انصاف ہے کہ

- پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دیا جائے۔
- صدر اور وزیر اعظم کے لیے سنی ہونا شرط قرار دیا جائے۔
- ملک کا پبلک لاء اکثریتی فقہ کے مطابق ہو اور شیعہ سمیت تمام اقلیتی آبادیوں کو پرسنل لاء میں اپنے مذہب پر عمل کا حق دیا جائے۔
- قومی اسمبلی کو پابند کیا جائے کہ وہ اہلسنت کے مذہب کے منافی قانون سازی نہ کر سکے۔

امید ہے کہ تمام سنجیدہ شیعہ حلقے ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ ان مطالبات کا جائزہ لیں گے اور سیکولر حلقوں کی تقویت کا باعث بننے کی بجائے اپنے ملک کی اکثریتی آبادی کا ساتھ دیں گے۔

بقیہ: اقبالؒ

ہی نہیں سکتا جب تک سرکارِ دو جہاںؐ کی ذات والا صفات کو زندہ حیات نہ مان لیا جائے اور اس پیغمبرِ اعظم و آخر سے رابطۂ محبت اس درجہ استوار نہ کر لیا جائے کہ دنیا جہاں کی نعمتیں ہیچ نظر آنے لگیں۔ کیوں نہ ہو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی تو فرمایا

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ. (بخاری، مسلم)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، اولاد اور سب لوگوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں۔

دوسرے شعراء و مصلحین پر یہی وجہ امتیاز اقبال کے تجدد و شرف کی علتِ غائی ہے۔

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است